بحث ہاتھ پاؤں چومنا اور تبرکات کی تعظیم کرنا

اولیاءاللہ کے ہاتھ پاؤں چومنا اوراس طرح ان کے بعدان کے تبرکات بال ولباس وغیرہ کو بوسہ دینا،ان کی تعظیم کرنا مستحب ہے۔احادیث اورعمل صحابہ کرام سے ثابت ہےلیکن بعض لوگ اس کا انکارکرتے ہیں۔اس لیے ہم اس بحث کےبھی دوباب کرتے ہیں۔پہلا باب اس کےثبوت میں دوسرااس پراعتراضات وجوابات میں۔

پہلا باب

بوسہ تبرکات کے ثبوت میں

تبرکات کاچومنا جائزہے۔قرآن کریم فرماتا ہے:وادخلوا الباب سجداو قولوا حطة (بقرہ:۵۸)یعنی اے نبی اسرائیل!تم بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل اورکہو ہمارے گناہ معاف ہوں۔اس آیت سے پتالگا کہ بیت المقدس جوانبیاءکرام کی آرامگاہ ہے۔اس کی تعظیم اس طرح کرائی گئی کہ وہاں نبی اسرائیل کو سجدہ کرتے ہوئے جانے کاحکم دیا۔یہ بھی معلوم ہوا کہ متبرک مقامات پرتوبہ جلدقبول ہوتی ہے۔مشکوٰۃ باب المصافحہ والمعانقہ فصل ثانی میں ہے:

وعن ذراع وکان فی وفد عبدالقیس قال لما قدمنا المدینة فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل یدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلہo

ترجمہ: حضرت ذراع سے مروی ہےاور یہ وفدعبدالقیس میں تھےفرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ میں آئے تو اپنی سواریوں میں اترنے میں جلدی کرنے لگے پس ہم حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔

مشکوٰۃ باب الکبائر وعلامات النفاق میں حضرت صفوان ابن عسال سے روایت ہے:

فقبلا یدیہ ورجلیہo

ترجمہ: پس انہوں نے حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پاؤں چومے۔

مشکوٰۃ شریف باب مایقال عند من حضرہ الموت بروایت ترمذی وابوداؤدمیں ہے:

عن عائشة قالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل عثمان ابن مظعون وھومیتo

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عثمان ابن مظعون کو بوسہ دیا حالانکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا۔

شفا شریف میں ہے:

كان ابن عمر يضع يده على المنبر الذى يجلس عليه رسول الله عليه السلام فى الخطبة ثم يضعها علٰى وجههٖo

ترجمہ: جس منبر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ فرماتے تھے اس پر حضرت عبداللہ ابن عمر اپنا ہاتھ لگا کر منہ پر رکھتے تھے۔ (چومتے تھے)

شرح بخاری لابن حجر پارہ ششم صفحہ ۱۵ میں ہے:

استنبط بعضهم من مشروعية تقبيل الاركان جواز تقبيل كل من يستحق العظمة من اٰدم وغيرهٖ نقل عن الامام احمد انه سئل عن تقبيل منبر النبى عليه السلام وتقبيل قبرهٖ قال فلم يربهٖ باسار ونقل عن ابن ابى الصنف اليمانى احد علماء مكة من الشافعية جواز تقبيل المصحف واجزاء الحديث و قبور الصٰلحين ملحضاo

ترجمہ: ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگان دین وغیرہم نے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے۔ امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منبر یا قبر انور چومنا کیسا ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں اور ابن ابی الصنف یمانی سے جو کہ مکہ کے علماء شافعیہ میں سے ہیں، منقول ہے۔ قرآن کریم، حدیث کے اوراق بزرگان دین کی قبریں چومنا جائز ہیں۔

توشیخ میں علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ فرماتے ہیں:

استنبط بعض العارفين من تقبيل الحجر الاسود تقبيل قبور الصٰلحينo

ترجمہ: حجر الاسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگان دین کی قبروں کا چومنا ثابت کیا۔

ان احادیث و محدثین و علماء کی عبارات سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے ہاتھ پاؤں اور ان کے لباس، نعلین، بال غرضکہ سارے تبرکات اسی طرح کعبہ معظّمہ، قرآن شریف، کتب احادیث کے اوراق کا چومنا جائز اور باعث برکت ہے، بلکہ بزرگان دین کے بال و لباس و جمیع تبرکات کی تعظیم کرنا، ان سے لڑائی وغیرہ مصائب میں امداد حاصل کرنا

قرآن کریم سے ثابت ہے۔قرآن فرماتا ہے:

وقال لھم نبیھم ان اٰیة ملکهٖ ان یاتیکم التابوت فیه سکینة من ربکم و بقیة مما ترك اٰل موسیٰ و اٰل ھٰرون تحمله الملٰئکة٥(بقرہ:۲۴۸)

ترجمہ: ''بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آوے گا۔جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کو چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی کہ اٹھائے ہوں گے اس کو فرشتے۔''

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر خازن وروح البیان وتفسیر مدارک اور جلالین وغیرہ ہم نے لکھا ہے کہ تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صدوق تھا جس میں انبیاء کی تصاویر(یہ تصاویر کسی انسان نے نہ بنائی تھیں بلکہ قدرتی تھیں)ان کے مکانات شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کے کپڑے اور آپ کے نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کا عمامہ وغیرہ تھا۔بنی اسرائیل جب دشمن سے جنگ کرتے تو برکت کے لیے اس کو سامنے رکھتے تھے۔جب خدا سے دعا کرتے تو اس کو سامنے رکھ کر دعا کرتے تھے۔

بخوبی ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے تبرکات سے فیض لینا،ان کی عظمت کرنا طریقہ انبیاء ہے۔

تفسیر خازن ومدارک وروح البیان وکبیرہ سورۂ یوسف پارہ۱۲ زیر آیت فلما ذھبوا بهٖ (۱۵) کہ جب یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیجا تو ان کے گلے میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیض تعویز بنا کر ڈال دی تاکہ محفوظ رہیں۔سارے پانی رب نے پیدا کیے ہیں مگر آب زمزم کی تعظیم اس لیے ہے کہ یہ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم شریف سے پیدا ہوا۔مقام ابراہیم پتھر کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت ہوئی تو اس کی عزت یہاں تک بڑھ گئی کہ رب تعالیٰ نے فرمایا: واتخذوا من مقام ابراٰھیم مصلی (بقرہ:۱۲۵)سب کے سر ادھر جھکا دیے۔مکہ معظّمہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت ہوئی۔تو رب تعالیٰ نے اس کی قسم فرمائی۔لآاقسم بھٰذا البلد٥وانت حل بھٰذا البلد٥(بلد)نیز فرمایا: وھٰذا البلد الامین٥ (التین)

ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا:ارکض برجلك ھذا مغتسل بارد وشراب٥(ص ۴۲)ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں سے جو پانی پیدا ہوا وہ شفا بنا۔معلوم ہوا کہ نبی کے پاؤں کا دھوون عظمت والا اور شفاء ہے۔

مشکوٰۃ شروع کتاب اللباس میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کا جبہ (اچکن) شریف تھا۔ اور مدینہ طیبہ میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ وہ دھو کر اس کو پلاتی تھیں۔ اسی مشکوٰۃ کتاب الاطعمہ باب الشربہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف فرما ہوئے اور ان کے مشکیزے سے منہ مبارک لگا کر پانی پیا۔ انہوں نے برکت کیلئے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر رکھ لیا۔

اسی مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فصل ثانی میں ہے کہ ایک جماعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس پر مشرف بہ اسلام ہوئی اور عرض کیا کہ ہمارے ملک میں بیعہ (یہودیوں کا عبادت خانہ) ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کو توڑ کر مسجد بنالیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک برتن میں پانی لے کر اس میں کلی فرمادی اور فرمایا کہ اس بیعہ کو توڑ دو اور اس پانی کو وہاں زمین پر چھڑک دو اور اس کو مسجد بنالو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا لعاب شریف کفر کی گندگی کو دور فرماتا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ٹوپی شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک بال شریف رکھتے تھے۔ اور جنگ میں وہ ٹوپی ضرور آپ کے سر مبارک پر ہوتی تھی۔ مشکوٰۃ باب السترہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضو فرمایا تو حضرت بلال نے وضو کا پانی لے لیا اور لوگ حضرت بلال کی طرف دوڑے۔ جس کو اس غسالہ شریف کی تری مل گئی اس نے اپنے منہ پر مل لی اور جسے نہ ملی۔ اس نے کسی دوسرے کے ہاتھ سے تری لے کر منہ پر ہاتھ پھیر لیا۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کی استعمالی چیزوں سے برکت حاصل کرنا سنت صحابہ ہے۔ اب اقوال فقہاء ملاحظہ ہوں: عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے:

ان قبل ید عالم اوسلطٰن عادل بعلمہٖ وعدلہٖ لا باس بہٖ o

ترجمہ: اگر عالم یا عادل بادشاہ کے ہاتھ چومے ان کے علم وعدل کی وجہ سے تو اس میں حرج نہیں۔

اسی عالمگیری کتاب الکراہیت باب ملاقات الملوک میں ہے:

ان التقبیل علٰی خمسۃ اوجہ قبلۃ الرحمۃ کقبلۃ الوالد ولدہٗ وقبلۃ التحیۃ کقبلۃ المومنین بعضھم لبعض وقبلۃ الشفقۃ کقبلۃ الولد بوالدیہ وقبلۃ المودۃ کقبلۃ الرجل اخاہ وقبلۃ الشھوۃ کقبلۃ الرجل امراتہٗ وزاد بعضھم قبلۃ الدیانۃ وھی قبلۃ الحجر الاسود o

ترجمہ: بوسہ لینا پانچ طرح کا ہے: رحمت کا بوسہ جیسے کہ باپ اپنے فرزند کو چومے۔ ملاقات کا بوسہ جیسے کہ بعض مسلمان بعض کو بوسہ دیں۔ شفقت کا بوسہ جیسے کہ فرزند اپنے ماں باپ کو بوسہ دے، دوستی کا بوسہ جیسے کہ کوئی شخص اپنے دوست کو بوسہ دے۔ شہوت کا بوسہ جیسے کوئی شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے۔ بعض نے

زیادہ کیا دین داری کا بوسہ اور وہ سنگ اسود کا چومنا ہے۔

درمختار جلد پنجم کتاب الکراہیت آخر باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے:

ولا باس بتقبیل یدا لعالم و السلطٰن العادلo

ترجمہ: عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومنے میں حرج نہیں۔

اس جگہ شامی نے حکم کی ایک حدیث نقل کی جس کے آخر میں ہے:

قال ثم اذن لہٗ فقبل راسہٗ ورجلیہ وقال لو کنت اٰمر ا احدا ان یسجد لاحد لامرت المراۃ ان تسجد لزوجھا وقال صحیح الاسنادo

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کو اجازت دی، اس نے آپ کے سر اور پاؤں مبارک پر بوسہ دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر ہم کسی کو سجدے کا حکم دیتے تو عورت کو حکم دیتے کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

درمختار نے اسی جگہ پر بوسہ پانچ قسم کا بیان کیا مثل عالمگیری کے اتنا اور زیادہ کیا:

قبلۃ الدیانۃ للحجر الاسود وتقبیل عتبۃ الکعبۃ تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر انہ کان یاخذ المصحف کل غداۃ یقبلہٗ و اما تقبیل الخبز فجوز الشافعیۃ انہٗ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ ملخصاo

ترجمہ: ایک بوسہ دین داری کا ہے وہ حجر اسود کا بوسہ اور کعبہ شریف کی چوکھٹ کا بوسہ ہے۔ قرآن پاک کو چومنا بعض لوگوں نے بدعت کہا ہے مگر عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ہر صبح کو قرآن پاک ہاتھ میں لیکر چومتے تھے اور روٹی کا چومنا اس کو شافعی لوگوں نے جائز فرمایا ہے کہ یہ بدعت جائز ہے بعض نے کہا کہ بدعت حسنہ ہے۔

نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے: واتخذوا من مقام ابرٰھیم مصلی (بقرہ:۱۲۵) مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت خلیل علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی۔ ان کے قدم پاک کی برکت سے اس پتھر کا یہ درجہ ہوا کہ دنیا بھر کے حاجی اس کی طرف سر جھکانے لگے۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بوسے چند طرح کے ہیں اور متبرک چیزوں کو بوسہ دینا دین داری کی علامت ہے، یہاں تک تو اقوال موافقین کا ذکر ہوا۔ مخالفین کے سردار جناب مولوی رشید احمد

صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الخظر والا باحہ صفحہ ۵۴ پر فرماتے ہیں ''تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے۔'' فقط رشید احمد عفی عنہ۔

اس کے متعلق اور بھی احادیث وفقہی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اسی قدر پر کفایت کی جاتی ہے۔

دوسرا باب

اس پر اعتراضات و جوابات میں

اعتراض ا: بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے اور تبرکات کی تعظیم پر مخالفین کے پاس حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاءاللہ اس کے سوا اور نہ مل سکیں گے۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ علماء کے سامنے زمین چومنا حرام ہے۔ نیز جھک کر تعظیم کرنا حرام ہے کیونکہ یہ رکوع کے مشابہ ہے اور جس طرح تعظیمی سجدہ حرام ہو گیا۔ تعظیمی رکوع بھی حرام ہو گیا اور جبکہ کسی کے پاؤں چومنے کے لیے اس کے قدم پر منہ رکھا تو یہ رکوع تو کیا سجدہ ہو گیا لہٰذا یہ حرام ہے۔ درمختار کتاب الکراہیت باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے:

وتقبیل الارض بین یدی العلمآء والعظمآء فحرام لانہ یشبہ عبادۃ الوثن o

ترجمہ: علماء اور بڑے بزرگوں کے سامنے زمین چومنا یہ حرام ہے کیونکہ یہ بات بت پرستی کے مشابہ ہے۔

اسی کے ماتحت شامی میں ہے:

الایماء فی السلام الٰی قریب الرکوع کالسجود وفی المحیط انہٗ یکرہ الانحناء للسلطٰن وغیرہٖ وظاھر کلامھم علٰی اطلاق السجود علٰی ھذا التقبیل o

ترجمہ: سلام میں رکوع کے قریب تک جھکنا سجدہ کی طرح ہے اور محیط میں ہے کہ بادشاہ وغیرہ کے سامنے جھکنا مکروہ ہے اور فقہاء کا ظاہری کلام یہ ہے کہ وہ اس چومنے کو سجدہ ہی کہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ کسی انسان کے آگے جھکنا، سجدہ کرنا شرک ہے لہٰذا کسی کے پاؤں چومنا شرک ہے حضرت مجدد صاحب کو دربار اکبری میں بلایا گیا اور داخل ہونے کا دروازہ چھوٹا رکھا گیا تاکہ اس بہانہ سے آپ اکبر کے سامنے جھک جاویں مگر جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو آپ نے اولاً دروازے میں پاؤں داخل کیے تاکہ جھکنا نہ لازم آجاوے۔

(یہ اعتراض انتہائی اور عام دیوبندی وہابی اسی کو پیش کرتے ہیں)۔

جواب: ہم اولاً سجدہ کی تعریف کریں، پھر سجدے کے احکام، پھر یہ عرض کریں کہ کسی کے سامنے جھکنے کے کیا احکام ہیں۔اس سے یہ اعتراض خود بخود ہی دفع ہو جاوے گا۔شریعت میں سجدہ یہ ہے کہ زمین پر سات عضو لگیں، دونوں پنجے، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ اور ناک و پیشانی، پھر اس میں سجدہ کی نیت بھی ہو۔دیکھو عام کتب فقہ کتاب الصلوٰۃ بحث سجدہ اگر بغیر سجدے کی نیت کے کوئی شخص زمین پر اوندھا لیٹ گیا تو سجدہ نہ ہوا۔جیسا کہ بعض لوگ بیماری یا سردی سے چار پائی پر اوندھے پڑ جاتے ہیں۔

سجدہ دو طرح کا ہے: سجدۂ تحیۃ عبادت۔سجدہ تحیۃ تو کسی کی ملاقات کے وقت سجدہ کرنا اور سجدۂ عبادت کسی کو خدا یا خدا کی طرح جان کر کرنا۔سجدۂ عبادت غیر اللہ کو کرنا شرک ہے کسی نبی کے اسلام میں جائز نہ ہوا کیونکہ ہر نبی توحید لائے، شرک کسی نے نہیں پھیلایا۔سجدہ تحیۃ زمانہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک تک جائز رہا۔فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا۔حضرت یعقوب علیہ السلام اور برادران حضرت یوسف نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔

تفسیر روح البیان زیر آیت وقیل بعد اللقوم الظّٰلمین ۝ (ھود:۴۴) میں حضرت ابو العالیہ سے ایک روایت نقل کی کہ زمانہ نوح علیہ السلام میں شیطان نے توبہ کرنی چاہی تو حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ شیطان سے کہو کہ حضرت آدم کی قبر کو سجدہ کرے۔شیطان بولا کہ جب میں نے آدم علیہ السلام کو زندگی میں سجدہ نہ کیا تو ان کی قبر کو کیا سجدہ کروں گا۔پھر اسلام نے اس سجدۂ تحیۃ کو حرام فرمایا۔لہٰذا اگر کوئی مسلمان کسی آدمی کو سجدۂ تحیۃ کرے تو گنہگار ہے، مجرم ہے، حرام کا مرتکب ہے، مگر مشرک یا کافر نہیں۔معترض نے جو درمختار کی عبارت پیش کی۔اسی جگہ درمختار میں ہے۔

ان کان علٰی وجہ العبادۃ والتعظیم کفروا وان کان علٰی وجہ التحیۃ لا وصار اثما مرتکبا للکبیرۃ ۝

ترجمہ: اگر یہ زمین چومنا عبادت اور تعظیم کے لیے ہو تو کفر ہے اور اگر تحیۃ کے لیے ہو تو کفر نہیں ہاں گنہگار اور کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔

اسی عبارت کے ماتحت شامی نے اس کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔رہا غیر کے سامنے جھکنا، اس کی دو نوعیت ہیں: ایک یہ کہ جھکنا تعظیم کے لیے ہو جیسے کہ جھک کر سلام کرنا یا معظم شخص کے سامنے زمین چومنا یہ اگر حد رکوع ہے تو حرام ہے اسی کو فقہاء منع فرما رہے ہیں۔دوسرے یہ کہ جھکنا کسی اور کام کے لیے ہو اور وہ کام تعظیم کے لیے ہو جیسے کہ کسی بزرگ کا

جوتا سیدھا کرنا، اس کے پاؤں چومنا کہ جھکنا اگر چہ اس میں بھی ہے مگر جوتا سیدھا کرنے یا پاؤں چومنے کے لیے ہے اور وہ کام تعظیم بزرگ کے لیے یہ حلال ہے۔ اگر یہ توجیہ نہ کی جائے تو ہماری پیش کردہ احادیث اور فقہی عبارات کا کیا مطلب ہوگا۔ نیز یہ سوال دیوبندیوں کے بھی خلاف ہوگا کہ ان کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب بھی پاؤں چومنا جائز فرماتے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب کا یہ انتہائی تقویٰ تھا کہ انہوں نے سمجھا کہ چونکہ دربار اکبری میں اکبر بادشاہ کو سجدہ کرایا جاتا ہے اور اکبر اس غرض سے مجھ کو اپنے سامنے جھکانا چاہتا ہے۔ اس لیے آپ نہ جھکے ورنہ اگر آپ جھک کر اس کھڑکی سے داخل ہوتے تو بھی آپ پر کچھ شرعی الزام نہ ہوتا کہ آپ کا مقصد اس جھکنے سے تعظیم اکبر نہ تھی۔

اعتراض۲: احادیث میں ہے کہ حضرت عمر نے سنگ اسود کو بوسہ دے کر فرمایا:

انی اعلم انك حجر لاتنفع ولا تضر لولا انی رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم ماقبلتك o

ترجمہ: بے شک میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے نہ نقصان، اگر میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھ کو نہ چومتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنگ اسود کا بوسہ ناگوار تھا مگر چونکہ نص میں آگیا، مجبوراً چوم لیا۔ اور چونکہ ان تبرکات کے چومنے کی نص نہیں آئی۔ لہٰذا نہ چومنا ہی مناسب ہے۔

جواب: مولوی عبدالحی صاحب نے مقدمہ ہدایہ مزیلۃ الھدایہ میں حجر اسود کے ماتحت اسی حدیث کو نقل فرما کر فرمایا کہ حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جواب دیا کہ اے امیر المومنین حجر اسود نافع بھی ہے اور مضر بھی۔ کاش کہ آپ نے قرآن کی اس آیت کی تفسیر پر توجہ فرمائی ہوتی: واذاكـذ ربك من بنـیٓ اٰدم من ظهـرهـم ذر یتهم o (اعراف:۱۷۲) جب میثاق کے دن رب تعالیٰ نے عہد و پیمان لیا تو وہ عہد نامہ ایک ورق میں لکھ کر اس حجر اسود میں رکھا اور یہ سنگ اسود قیامت کے دن آویگا کہ اس کی آنکھیں اور زبان اور لب ہوں گے اور مومنین کی گواہی دے گا۔ لہٰذا یہ اللہ کا آمین اور مسلمانوں کا گواہ ہے۔ حضرت فاروق نے فرمایا:

''اے علی! جہاں تم نہ ہو خدا مجھے وہاں نہ رکھے۔ (اصل حدیث ترمذی صفحہ ۱۱۵ میں بھی ہے) معلوم ہوا کہ سنگ اسود نفع و نقصان پہنچانے والا ہے اور اس کی تعظیم دین کی تعظیم ہے۔ نیز حضرت فاروق کا سنگ اسود کو یہ خطاب اس لیے نہ تھا کہ آپ اس بوسہ حجر اسود سے ناراض تھے۔ سنت سے ناراضی کفر ہے بلکہ محض اس لیے کہ اہل عرب پہلے بت

پرست تھے ایسا نہ ہو کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اسلام نے چند بتوں سے ہٹا کر ایک پتھر پر ہم کو متوجہ کر دیا۔ اس فرمان سے لوگوں کو فرق معلوم ہو گیا کہ وہ تھا پتھروں کا پوجنا اور یہ پتھر کا چومنا۔ پوجنا اور ہے اور چومنا اور۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقصد کی تردید نہ کی بلکہ لا تضرو لا تنفع کے لفظ سے جو سامعین دھوکہ کھاتے اس کو صاف فرمادیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ بالذات یہ پتھر نفع اور نقصان کا مالک نہیں جیسا کہ اہل عرب بتوں کو سمجھتے تھے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اس پتھر میں بالکل نفع وضرر نہیں تو حضرت فاروق کا فرمان بھی لوگوں کو سمجھانے کے لیے تھا اور حضرت علی مرتضیٰ کا بھی رضی اللہ عنہما۔ ہماری تقریر سے روافض اور وہابیوں دونوں کے اعتراض اٹھ گئے۔

تعجب ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہاں تو سنگ اسود کے بوسہ کے بقول تمہارے خلاف ہیں لیکن خود ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انہوں نے عرض کیا کہ ہم مقام ابراہیم کو اپنا مصلیٰ بنالیتے کہ اس کے سامنے سجدہ کرتے اور نفل پڑھتے ان ہی کی عرض پر یہ آیت آئی: واتخذوا من مقام ابرٰھم مصلی (بقرہ:۱۲۵) مقام ابراہیم بھی تو ایک پتھر ہی ہے اس کے سامنے نفل پڑھنا اور سجدہ کرنا آپ کو پسند ہے۔

اعتراض ۳: بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ آج کل جو تبرکات حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی طرف منسوب ہیں خبر نہیں کہ بناوٹی ہیں یا کہ اصلی چونکہ ان کے اصلی ہونے کا ثبوت نہیں۔ اس لیے ان کا چومنا، ان کی عظمت کرنا منع ہے۔ ہندوستان میں صدہا جگہ بال مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے نہ تو اس کا پتا ہے اور نہ ثبوت کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بال ہیں؟

جواب: تبرکات کے ثبوت کے لیے مسلمانوں میں یہ مشہور ہونا کہ یہ حضور کے تبرکات ہیں، کافی ہے۔ اس کے لیے آیت قرآنی یا حدیث بخاری کی ضرورت نہیں ہر چیز کا ثبوت یکساں نہیں ہوتا۔ زنا کے ثبوت کے لیے چار متقی مسلمانوں کی شہادت درکار۔ دیگر مالی معاملات کے ثبوت کے لیے دو کی گواہی کافی اور رمضان کے چاند کے لیے صرف ایک عورت کی خبر بھی معتبر۔ نکاح، نسب یادگاروں اور اوقاف کے ثبوت کے لیے صرف شہرت یا خاص علامت کافی ہے۔ ایک پردیسی آدمی کسی عورت کو ساتھ لے کر مثل زن وشوہر رہتے ہیں۔ آپ اس علامت کو دیکھ کر اس کے نکاح کی گواہی دے سکتے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے بیٹے فلاں کے پوتے ہیں۔ اس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے نہ ہماری والدہ کے نکاح کے گواہ موجود۔ مگر مسلمانوں میں اس کی شہرت ہے اتنا ہی کافی ہے۔ اسی طرح یادگاروں کے ثبوت کے لیے صرف شہرت معتبر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھمo(الروم:۹)

ترجمہ: کیا یہ لوگ زمین کی سیر نہیں کرتے تا کہ دیکھیں ان سے پہلے والوں کا کیا انجام ہوا۔

اس آیت میں کفار مکہ کو رغبت دی گئی ہے کہ گزشتہ کفار کی یادگاروں، ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں کہ نافرمانوں کا یہ انجام ہوتا ہے اب یہ کیسے معلوم ہوا کہ فلاں جگہ فلاں قوم آباد تھی قرآن نے بھی اس کا پتا نہ دیا۔ اس کے لئے محض شہرت معتبر مانی۔ معلوم ہوا کہ قرآن نے بھی اس شہرت کا اعتبار فرمایا۔ شفا شریف میں ہے:

ومن اعظامہٖ واکبارہٖ اعظام جمیع اسبابہٖ واکرام مشاھدہٖ وامکنتہٖ وما لمسۂ علیہ السلام اوعرف بہٖo

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر سے یہ بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسباب ان کے مکانات اور جس کو اس جسم پاک سے مس بھی ہوگیا ہو اور جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کی ہے ان سب کی تعظیم کرے۔

شرح شفاء میں ملا علی قاری اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں:

ان المراد جمیع مانسب الیہ ویعرف بہٖ علیہ السلامo

ترجمہ: اس سے مقصد یہ ہے کہ جو چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہو مشہور ہوا اس کی تعظیم کرے۔

مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی نے اپنی کتاب نورالایمان میں یہ ہی عبارت شفا نقل فرما کر **ویعرف بہٖ** پر حاشیہ لکھا:

ای ولو کان علیٰ وجہ الاشتھار من غیر ثبوت اخبار فی اٰثارہٖ کذا قال علی القاریo

ترجمہ: اگرچہ یہ نسبت محض شہرت کی بنا پر ہوا اور اس کا ثبوت احادیث سے نہ ہوا۔ اسی طرح ملا علی قاری نے فرمایا۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب **مسلك متقسط** میں یہ ہی مضمون تحریر فرمایا۔ اسی طرح علماء امت نے احکام حج میں تصانیف شائع کیں اور زائرین کو ہدایت کی کہ حرمین شریفین میں ہر اس مقام کی زیارت کرے جس کی لوگ عزت وحرمت کرتے ہوں۔ تعجب ہے کہ فقہاء کرام فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کو بھی معتبر مانیں اور یہ مہربان

تبرکات کے ثبوت کے لیے حدیث بخاری کا مطالعہ کریں۔

عاشقاں راچہ کار با تحقیق　　　هر کجا نام اوست قربانیم!

لطیفہ: ہم دھوراجی کاٹھیاواڑ کی نگینہ مسجد میں بارہویں ربیع الاول شریف کے وعظ کہنے گئے وہاں بال مبارک کی زیارت کی جارہی تھی۔ مسلمان زیارت کررہے تھے، درود پاک کا ورد کرتے تھے، کوئی روتا تھا، کوئی دعا مانگ رہا تھا۔ غرضکہ عجب پرکیف منظر تھا ایک صاحب ایک کونے میں منہ بنائے کھڑے تھے معلوم ہوتا تھا کہ ان کے منہ کو لقوے نے مارا ہے۔ میں نے پوچھا کہ حضرت آپ غصہ میں کیوں ہیں؟ فرمانے لگے کہ مسجدوں میں شرک ہورہا ہے اس کا کیا ثبوت ہے؟ کہ یہ بال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اور اگر ہو بھی تو اس تعظیم کا کیا ثبوت ہے؟ میں نے ان کا جواب نہ دیا۔ بلکہ ان سے پوچھا کہ جناب کا اسم شریف کیا ہے؟ فرمانے لگے عبدالرحمٰن۔ والد مہربان کا اسم گرامی کیا؟ فرمایا کہ عبدالرحیم۔ ہم نے پوچھا کہ اس کا ثبوت کیا ہے کہ آپ عبدالرحیم صاحب کے فرزند ہیں؟ اولاً تو اس نکاح کے گواہ نہیں اگر کوئی ہو بھی تو وہ صرف عقد نکاح کی گواہی دے گا۔ یہ کیسے معلوم ہوا کہ جناب کی ولادت شریف ان کے ہی قطرے سے ہے۔ تڑپ کر بولے کہ جناب مسلمان کہتے ہیں کہ میں ان کا بیٹا ہوں اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے۔ ہم نے کہا جناب مسلمان کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ کا بال شریف ہے اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے۔ شرمندہ ہوگئے کہنے لگے، یہ اور بات ہے پوچھا کہ جناب کہاں کے تعلیم یافتہ ہیں فرمایا دیوبند کے۔ ہم نے کہا کہ پھر کیا پوچھنا آپ تو رجسٹری شدہ ہیں۔ مولانا قطب الدین برہمچاری قدس سرہ سے ایک دیوبندی صاحب فرمانے لگے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضور کہنا بدعت ہے نام لینا چاہیے کیونکہ حضور کہنا کہیں ثابت نہیں۔ انہوں نے جواب دیا: چپ رہ الو! بولے یہ کیا؟ فرمایا کہ آپ کو جناب یا آپ کہنا بدعت ہے کہیں بھی ثابت نہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ دیوبندیوں کو بہت زیادہ تکلیف قیامت کے دن ہوگی۔ جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام محمود پر جلوہ گر ہوں گے اور آپ کی شان تمام عالم پر ظاہر ہوگی۔ اللّٰھم ارزقنا شفاعۃً صلی اللہ علیہ وسلم۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے　　　پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اعتراض ۴: نقشہ نعلین اصل نعلین شریف نہیں یہ تو تمہاری روشنائی تمہارے قلم سے بنایا ہوا فوٹو ہے۔ پھر اسکی تعظیم کیوں کرتے ہو۔

جواب: یہ نقشہ اصل نعلین کی نقل اور اس کی حکایت ہے۔ حکایت کی بھی تعظیم چاہیے لاہور کا چھپا ہوا قرآن

شریف اس کا کاغذ و روشنائی آسمان سے نہیں اتری ہماری بنائی ہوئی ہے مگر واجب التعظیم ہے کہ اس اصل کی نقل ہے۔

ہر ماہ ربیع الاول ہر دوشنبہ معظم ہے کہ اصل کی حاکی ہے۔